ذکرِ الٰہی

خرّم مراد

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ﴿۲۷﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ﴿۲۸﴾ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۲۹﴾
وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ﴿۳۰﴾ (الفجر ۸۹: ۲۷-۳۰)

یہ بشارت، جنت میں داخلے کی بشارت، اس نفس کے لیے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نفس مطمئنہ کہہ کر خطاب کیا ہے۔ مجھے اور آپ کو، ہم سب کو، یہ جاننے کی طلب ضرور ہونی چاہیے کہ نفس، نفس مطمئنہ کس طرح بنتا ہے۔اس سوال کا جواب بھی قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ:

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۸﴾ (الرعد ۱۳:۲۸)

ترجمہ: ”جان لو، اللہ کے ذکر سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں“۔

یعنی نفس، نفس مطمئنہ کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔گویا ذکر کی راہ ہی وہ راہ ٹھہری جس سے دنیا میں اللہ کی طرف جدوجہد کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔اور ذکر کا راستہ ہی وہ راستہ ہوا جس سے نفس، دل اس کیفیت اور اس

سانچے کے اندر ڈھل جاتا ہے جس سے آخرت میں اللہ کی رضا اور اس کی جنت ہمارے حصے میں آئے گی۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے پہلے لمحے سے آخری لمحے تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت اور جو وحی آئی وہ کسی نہ کسی صورت میں ذکر کی ہدایت، ذکر کی تاکید اور ذکر کی تعلیم لے کر آئی یا خود ذکر کی صورت میں آئی۔ اگر سب سے پہلے رب کے نام سے پڑھنے اور تعلیم دینے کا حکم ہوا، اس کی تکبیر کرنے کا حکم آیا، سب سے کٹ کر صرف رب کے نام کی یاد کو اپنی جان کے ساتھ لگانے کا حکم دیا گیا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (المزمل ۷۳:۸)

اپنے رب کا نام یاد رکھو اور سب سے کٹ کر اسی سے جڑ جاؤ۔

تو جب فتح کا مرحلہ آیا اور لوگ جوق در جوق دین کے دائرے میں داخل ہوئے، اس وقت بھی تسبیح اور حمد اور استغفار کی ہدایت و تاکید نازل ہوئی:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (النصر ۱۱۰:۳)

(اے نبی) پس تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کرو اور اس سے مغفرت مانگو۔

درمیان میں جب بھی قرآن مجید نازل ہوا، یا تو اس نے ذکر کی تاکید کی یا خود اپنے اندر وہ مضمون لے کر آیا جس سے ذکر کی کیفیت دل میں پیدا ہو۔ خدا کی صفات کا بیان، اس کے علم اور قرب کا بیان کہ وہ دلوں کا حال بھی جانتا ہے، وہ سن رہا ہے، وہ دیکھ رہا ہے، وہ تمھارے قریب ہے، جہاں کہیں بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہے، تمھاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ یا اس کی رحمت اور اس کی ربوبیت اور اس کی جزا و سزا کا بیان۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم سراپا ذکر ہے۔ اس کی ہر آیت یا تو واضح طور پر ذکر کی تاکید اور

نصیحت کرتی ہے یا خود اس کے اندر ذکر کا سامان موجود ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن ہی کو ذکر سے تعبیر فرمایا ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ (الحجر ۱۵:۹)

ہم نے جو کچھ نازل کیا ہے، دراصل یاد ہے۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مکمل اور مخلصانہ بندگی اور اللہ کی راہ میں جدو جہد کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ جو ہمارے لیے فتنے اور آزمایش کا سبب بنتی ہے، وہ غفلت ہے۔ بات یہ نہیں ہوتی کہ ہم جانتے نہیں ہیں کہ کرنا کیا ہے، کس بات میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور کس بات میں اس کا غضب ہے، کس عمل سے وہ خوش ہوتا ہے اور کس چیز سے وہ ناخوش ہوتا ہے۔ بلکہ دراصل ہم جب لغزش کا شکار ہوتے ہیں تو یہ سارا علم بھول جاتے ہیں۔

پہلے انسان کی تخلیق کے واقعہ کے بیان میں ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس بنیادی کمزوری کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔ اس نے آدم کو اپنے احکام کی تعمیل پر مامور کیا، اس کو ہدایات بھی دیں، اس سے عہد بھی باندھا، لیکن وہ بھول گیا۔ پھر جب آدمی بھول جاتا ہے تو اس کے بعد اس کا ارادہ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

وَلَقَدۡ عَهِدۡنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِىَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا ۝ (طٰہٰ ۲۰:۱۱۵)

ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا۔

بھول اور ارادے کی کمزوری ہی وہ دو بڑی خامیاں ہیں جو قدم قدم پر اللہ تعالیٰ اور جنت کی طرف ہمارا راستہ روکتی ہیں۔ سب جاننے، سب سمجھنے، سب معلوم ہونے کے باوجود ارادہ کمزور پڑ جاتا ہے، اور دل و دماغ کے اُوپر

غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں، اس کا علاج صرف یہ ہے کہ اللہ کی یاد ہر وقت دل کے اندر رہے اور ساری زندگی میں جاری و ساری ہو جائے۔یہی وہ بات ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ شیطان آدمی کے دل کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ جب آدمی خدا کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو شیطان کو اس بات کا موقع ملتا ہے کہ وہ دراندازی کرے، اپنی چونچ ڈال دے اور اس کے دل کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے (بخاری) ۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی اپنے محبوب بندوں کی صفات بیان کیں وہاں کسی نہ کسی صورت میں ذکر کی صفت بیان کی۔ذکرکرنا اور کثرت سے ذکر کرنا:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ (الاحزاب۳۳:۳۵)

کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ کو یاد رکھنے والی عورتیں۔

کئی جگہ حکم بھی فرمایا:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (الجمعۃ ۶۲:۱۰) اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس انسان کو جس کی زندگی، ذکر اللہ کی یاد سے بھری ہوئی ہو، جس کے دل میں اللہ کا دھیان اور خیال ہو، جس کی زبان پر بھی اللہ کی یاد کے کلمات ہوں، اور اس انسان کو جس کے اندر یہ چیزیں موجودنہ ہوں، زندہ اور مردہ کی مانند قرار دیا ہے۔زندگی اور موت کا ایک پیمانہ تو جسمانی ہے، لیکن زندگی اور موت کی ایک صورت وہ ہے جس کا سانس کے آنے جانے سے اور اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ جس کا تعلق زندگی کے معنی و مفہوم کے شعور اور اس کے ساتھ وابستگی سے دل و جان کے معمور ہونے یا خالی ہونے سے ہے۔اگر دل

اللہ کے پاس ہے، اس کی یاد سے معمور ہے تو ہم زندہ ہیں، اور اگر دل اس کی یاد سے خالی ہے تو پھر ہم مردہ ہیں۔

یہ اللہ کی یاد وہ چیز ہے جس سے اگر آدمی غافل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا لیکن آدمی خود اپنے نفس کی فلاح و بہبود سے اور اپنے نفس کے حقیقی مفاد سے ہی غافل ہو جاتا ہے، فرمایا گیا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسٰهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ (الحشر ۱۹:۵۹)

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ نے انھیں خود (ان کا) اپنا نفس بھلا دیا۔

ذرا اس پر آپ غور کریں۔ اللہ سے، اپنے رب سے، غافل ہو کر ہم خود اپنے نفس سے، اپنی بہتری سے، اپنی غایتِ تخلیق سے، اپنے مقصدِ زندگی سے، سب سے غافل ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں بھی نقصان اٹھاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت کے انعام سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ اس بات کو یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر ایک تاجر اپنے کاروبار کو فراموش کر دے تو گویا اس نے اپنے آپ کو فراموش کر دیا۔ اپنا ہی پورا نقصان کیا، پوری تجارت گھاٹے میں گئی، پورا سامان ضائع ہو گیا۔ اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوا، اس کو بھول گیا، اس نے اللہ کی طرف سے دیا ہوا سب سے بڑا سرمایہ یعنی وقت ضائع کر دیا، اس کو دی ہوئی ساری قوتیں ضائع کر دیں۔ اپنے وقت اور قوتوں کو جنت خریدنے کے بجائے اس نے اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی آگ خریدنے میں لگا دیا۔

دنیوی زندگی میں، دنیوی بہتری کی تلاش میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سب سے بڑا سرمایہ تقویت ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ جب نماز میں اللہ کا ذکر ختم کر لو تو دنیاوی کاموں میں لگ جاؤ، اللہ کا فضل تلاش کرو، مگر اس کو

کثرت سے یاد کرتے رہو۔ اسی طرح فلاح تمہارے حصے میں آئے گی۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (الجمعہ ۶۲:۱۰)

جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہو جائے۔

دنیا کے اندر جو معرکے اللہ کی راہ میں، جہاد کی راہ میں، دشمنوں کے مقابلے میں پیش آتے ہیں، ان کے بارے میں بھی قرآن مجید میں یہی کہا گیا ہے کہ اللہ کی یاد ہی فلاح اور کامرانی کی ضامن ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(الانفال ۸:۴۵) اے ایمان والو،جب لڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم مراد کو پاؤ۔

حاصل کلام یہ کہ دنیا وی بھلائی کے لیے، تحریکی کامیابی کے لیے، نفس مطمئنہ کے حصول کے لیے، اللہ کی رضا اور جنت میں داخلے کے لیے یہ اللہ کا ذکر ہے جس سے ہر حال میں ہم کو اپنے دلوں کو آباد کرنا چاہیے، اپنی زبان پر اس کو جاری کرنا چاہیے، اپنے اعمال کو بھی اس سے ہی مزین کرنا چاہیے۔

اب آپ پوچھیں گے کہ ذکر کے بارے میں تو ہم بہت کچھ سنتے آئے ہیں، اس کا مفہوم کیا ہے؟ کیا صرف تسبیح اور حمد اور تکبیر کا نام ہی ذکر ہے؟ یقیناً اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان سے اللہ کی حمد، زبان سے اللہ کی تسبیح، زبان سے اللہ کی کبریائی کا بیان، زبان سے اللہ کی توحید کا اقرار، ذکر ہے اور زبان کو اس ذکر کے اندر مشغول رہنا چاہیے۔لیکن قرآن مجید میں ذکر کا لفظ زبان کے ذکر سے کہیں زیادہ وسیع مفہوم کے لیے استعمال ہوا ہے۔ایک عالم

کے الفاظ میں، ذکر دراصل اس چیز کا نام ہے کہ ہر لمحہ ہمارا جسم وہ کام کرے، ہمارے دل کے اندر وہ دھیان، خیال اور نیت ہو اور ہماری زبان پہ وہ کلمات ہوں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جو اس کو محبوب ہیں۔ جب ہاتھ اور پاؤں وہ کام کر رہے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ کی بندگی ہوتی ہے تو وہ بھی ذکر کر رہے ہیں۔ جب دل کے اندر اس کا خیال لگا ہوا ہے کہ وہ میرے ساتھ ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے، وہ کتنا مہربان ہے، کتنا عظیم اور حکیم ہے، اس سے ملاقات کرنی ہے، اس کا اجر کیا ہے، اس کا عذاب کیا ہے تو یہ بھی ذکر ہے۔ جب زبان اس کی کبریائی، اس کی حمد، اس کی تسبیح اور اس کی الوہیت بیان کر رہی ہے تو یہ بھی ذکر ہے۔

اور سب سے بڑھ کر اللہ کے کلمے کو بلند کرنا، اللہ کے کلمے کو دوسروں تک پہنچانا، جو کام اللہ تعالیٰ نے سپرد کیا ہے اس کو کرنا، جو حق اس نے ہمارے سپرد کیا ہے اس کے اوپر گواہ بن کر کھڑے ہونا، یہ بھی وہ کام ہیں جس کے لیے قرآن مجید نے ذکر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ دیکھیے! سورۂ مزمل میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو راتوں کو کھڑے ہو کر، آدھی رات یا اس سے کچھ کم، یا اس سے کچھ زیادہ، قرآن پڑھنے، ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا، حکم دیا تو فرمایا:

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝ (المزمل ۷۳:۷)

دن کے اوقات میں تو تمہارے لیے بہت مصروفیات ہیں۔

حالانکہ ساری رات جس عبادت اور تلاوت کی تلقین کی وہ بھی ذکر تھا، لیکن دن کے اندر مکے کی گلی گلی میں جو دعوت کا کام تھا، اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے طویل تسبیح کا نام دیا۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ سلام کو فرعون کی طرف بھیجا کہ اس کے دربار میں جاؤ اور متکبر و جبار بادشاہ کو رب

کی بندگی کی طرف بلاؤ۔ مظلوم، بے کس اور ضعیف بندوں کی آزادی کا مطالبہ کرو، تو یوں فرمایا کہ:

وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي (طٰہٰ ۲۰:۴۲) میری یاد میں ڈھیلے نہ پڑنا۔

گویا کہ سارا کا سارا کام جو ان کے سپرد کیا جارہا تھا وہ اللہ کی یاد کا کام تھا۔ دوسری طرف جب حضرت موسٰی علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ کام بہت بھاری ہے، زبان ساتھ نہیں دیتی، سینے کو کھول دے، کام کو آسان کر دے، ایک نائب عطا فرما تاکہ ہم دونوں اس کام کو کر سکیں، تو اپنے کام کی تعبیر انھوں نے جن دو الفاظ سے کی وہ یہ تھے:

كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا (طٰہٰ ۲۰: ۳۳-۳۴)

تاکہ ہم خوب تیری پاکی بیان کریں اور خوب تیرا ذکر کریں۔

سورۃ البقرہ میں، اللہ تعالٰی نے اس اُمت کو اُمت وسط بنا کر اس منصب پر فائز کیا کہ وہ لوگوں کے سامنے حق پر گواہ بن کر کھڑی ہو۔ پھر قبلے کی تبدیلی کا حکم دیا، اس بات کی علامت کے طور پر کہ اب اس قبلے کی طرف رخ کرنے والی اُمت، اللہ کی طرف سے شہادتِ حق اور ساری انسانیت کا رخ ربِ کعبہ کی طرف موڑ دینے کے مشن کو پورا کرنے کی ذمہ داری پر فائز ہے۔ اس بات کا ذکر فرمایا کہ یہ وہ راستہ ہے جس میں، خوف سے، بھوک سے، اور جان و مال کے نقصان سے آزمایا جائے گا اور اس راستے میں صبر اور نماز ہی تمہارے اصل ہتھیار ہیں۔ یہاں منصب شہادت کی سپردگی اور صبر و صلوۃ سے استعانت کے بیچ میں جس آیت کو لاکر جڑ دیا گیا وہ یہ ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (البقرہ ۲ :۱۵۲)

سو مجھے یاد رکھو، میں تم کو یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو اور نا شکری مت کرو۔

اب اگر ذکر وہ چیز ہے کہ جس میں زبان بھی مشغول ہو، جس میں ہاتھ اور پاؤں بھی لگے ہوں، جس میں دل کا دھیان بھی اٹکا رہے اور اس میں ہر وہ چیز شامل ہو جو اللہ تعالیٰ کو مرغوب ہے، اس کو محبوب ہے، اس کو پسند ہے، اور اس کو خوش کرنے والی ہے، تو دعوتِ حق اور اللہ کی راہ میں جہاد، ذکر کی اعلیٰ ترین اور مکمل ترین صورت ہے۔

ذکر کی مکمل تعبیر اور اس کے اصل معنی، نماز کے اوپر غور کرنے سے کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ نماز کا پورا مقصد ہی اللہ کی یاد کو زندگی کے اندر جاری و ساری کرنا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (طٰہٰ ۲۰:۱۴)

اور نماز قائم کرو مجھے یاد رکھنے کے لیے۔

نماز میں آپ جو کچھ بھی کرتے ہیں اولاً اس میں آپ کے دل و دماغ شریک ہوتے ہیں اور ہونا چاہییں۔ دل میں خشوع کی کیفیت ہو، اس میں خلوص کا رنگ ہو، یہ مطلوب ہے۔ دوسرے، نماز میں آپ کی زبان بھی تلاوتِ قرآن میں، تکبیر میں، حمد میں، تسبیح میں مصروف ہوتی ہے۔ تیسرے، اس میں آپ کا پورا جسم اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ سر اس کے آگے جھکا ہوتا ہے، ہاتھ اس کے آگے بندھے ہوتے ہیں، پیشانی اس کے آگے ٹکی ہوتی ہے۔ دل، زبان اور جسم کے ان سارے کے سارے کاموں کا مجموعہ ذکر ہے۔ اسی سے اللہ کی یاد زندگی کے اندر قائم اور جاری و ساری ہوتی ہے۔ اسی لیے میں یہ کہتا ہوں کہ جو نماز کے معنی و مفہوم کو پالے تو دراصل وہی ذکر کے پورے معنی و مفہوم کو پاسکتا ہے۔ اس لیے کہ نماز اس بات کی پوری تشریح اور پوری تفسیر ہے کہ ذکر زبان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا نام ضرور ہے، لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی ہے کہ دل کا خیال اسی کی طرف لگا رہے، دل میں

اس کی یاد ہو اور جسم کے اعضا بھی اسی کی یاد میں مصروفِ عمل رہیں۔

نماز ہی اس بات کا ثبوت اور اظہار بھی ہے کہ یہ ذکر انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ ہر شخص تنہا بھی اللہ کو یاد کرے اور سب مل کر بھی اللہ کو یاد کریں۔ نماز باجماعت سے بڑھ کر حلقہ ذکر کی اجتماعی صورت اور کیا ہوسکتی ہے۔ جماعت میں ہم سب کے سب جمع ہو کر ایک ساتھ اللہ کی تکبیر، اس کی حمد، اس کی تسبیح کرتے ہیں، اس کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں، اس کو سنتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، اُٹھتے ہیں، بیٹھتے ہیں، پیشانی ٹیکتے ہیں۔ جماعت اجتماعی ذکر کی وہ صورت ہے کہ جو ہر مسجد میں دن میں پانچ وقت قائم کی جاتی ہے۔

جمعہ کی نماز کو اللہ تعالیٰ نے ذکر اللہ کہا ہے۔ نماز جمعہ کے لیے بلایا جائے تو ذکر اللہ کی طرف دوڑو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (الجمعہ ۶۲:۹)

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

اس ذکر میں دنیا وی کاروبار کو ترک کر دینا، نماز با جماعت کے لیے سعی و اہتمام، امام کا خطبہ دینا اور اس کا سننا، یہ سب شامل ہیں۔

ذکر اجتماعی کا مقام اس بات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں ایک طرف یہ فرمایا کہ ”مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا“، وہاں ایک حدیث قدسی میں اس کی مزید تشریح یوں فرمائی کہ جو مجھے اپنے دل کے اندر، اپنے جی میں یاد کرتے ہیں، میں ان کو اپنے دل، اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور جو میرا ذکر کسی مجلس میں کریں گے تو میں ان کا ذکر اس سے کہیں

زیادہ بہتر مجلس میں کروں گا۔(بخاری و مسلم)

ذکر کے اجتماعی حلقوں کے سلسلے میں ایک طویل حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے اس کام کے اُوپر مامور ہیں کہ وہ راستے میں چکر لگائیں، گھومیں، پھریں اور ان لوگوں کو تلاش کریں جو اپنی زندگیاں اللہ کی یاد میں مشغول گزار رہے ہیں۔فرشتوں کے ان مطلوب انسانوں کو اس حدیث میں اہل ذکر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔جب یہ فرشتے کوئی ایسا گروہ پا جاتے ہیں۔۔اور میری دعا ہے کہ ہمارا یہ آج کا گروہ انھی گروہوں ہیں سے ایک گروہ ہو۔۔تو وہ کہتے ہیں کہ آؤ یہی تو وہ چیز ہے جس کو ہم تلاش کر رہے تھے، پھر وہ ان کو اپنے پروں سے آسمان تک ڈھانپ لیتے ہیں۔اس کے بعد اس حدیث میں رب اور فرشتوں کے درمیان مکالمے میں ذکر کی حقیقت، اس کی روح، اس کی صورت اور اس کی بشارتوں کا بیان ہے۔(بخاری و مسلم)

یہ ذکر ہماری غفلت کا علاج ہے۔یہ ذکر ہم کو اللہ سے قریب کرنے والا ہے۔یہ ذکر ہم کو اپنے مقصد حیات سے، اپنی بھلائی سے، اپنے خیر سے آگاہ کرنے والا اور اس سے واقف رکھنے والا، اور اس کو دل و دماغ کے اندر جاری و ساری کرنے والا ہے۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم جو اللہ کی راہ میں اترے ہیں، اللہ کی راہ میں کام کر رہے ہیں، جنھوں نے اللہ کے دین کو قائم کرنے کا اور اس کے کلمے کو بلند کرنے کا، اس کی بندگی کی دعوت کو پہنچانے کا کام اپنے ذمے لیا ہے، وہ ہر وقت اپنے دل کو، زبان کو اور پوری زندگی کو اللہ کی یاد سے معمور رکھیں۔

اس بات کو بھی اچھی طرح یاد رکھیں کہ ہر وہ کام جو اللہ کو پسند ہے اور خالصتاً لوجہ اللہ کیا جاتا ہے، وہ اللہ کا ذکر ہے۔دینی اور دنیاوی و سیاسی

کاموں کی تفریق کو اسلام قبول نہیں کرتا۔اس معاملے میں شاید اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہوسکتی جو سید مودودیؒ نے فرمائی: بڑے سے بڑا دینی کام اللہ کی یاد سے خالی ہو، اللہ کے لیے نہ ہو تو وہ دنیاوی کام ہے اور بڑے سے بڑا دنیاوی کام اگر اللہ کی یاد سے بھرا ہوا ہو، اللہ کے لیے ہو تو وہ خالص دینی کام ہے۔ نماز اگر دکھاوے کے لیے ہوتو دنیاوی کام ہے۔ تلوار لے کر خون بہانا اگر اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہو، اس کو خوش کرنے کے لیے ہو تو خالص دینی کام ہے اور اللہ تعالیٰ کو انتہائی محبوب و مرغوب ہے۔

اب آپ اکثر یہ سوچنے لگتے ہیں اور آپ کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا سیاسی تشخص بڑھ گیا ہے اور ہماری دینی حیثیت کم ہو گئی ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ دراصل آپ نے ابھی تک دین کی اور ذکر کی روح اور معنی کو نہیں پایا۔آپ ان کو سمجھے ہی نہیں۔اسی طرح آپ شکایت کرتے ہیں کہ تربیت کم ہو رہی ہے، دعوت زیادہ ہو رہی ہے، توازن کیسے قائم کریں، تو اس کے معنی بھی یہ ہوتے ہیں کہ آپ نے پوری طرح نہیں سمجھا ہے کہ ہمارا یہ کام فی الواقع کیا چیز ہے۔

ہر وہ کام جو آپ اللہ کے لیے کریں، اس کو یاد رکھ کر کریں، اور اس کو یاد کرتے ہوئے کریں، وہ کام آپ کی تربیت کا ذریعہ ہے، وہ کام دینی کام ہے۔خواہ آپ نعرے لگائیں یا آپ پوسٹر لگائیں، جو کام بھی آپ کریں، جب تک آپ کے دل میں اللہ کی یاد ہے، آپ کا کام اللہ کو مطلوب ہے، اپنے محبوب کو خوش کرنے کے لیے آپ اس کام کو کر رہے ہیں، تو وہ خالص دینی کام ہے۔دوسری طرف اگر آپ مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کہیں، لیکن آپ کا دل دنیا کے اندر اٹکا رہے تو یہ اللہ اللہ کرنا بھی ایک دنیا وی کام بن جاتا ہے۔اس کی بے شمار مثالیں دنیا کے اندر دیکھی جاسکتی ہیں۔

اصل ذکر تو وہ ہے جو ساری زندگی کے اندر جاری و ساری ہو۔اور یہی ذکر وہ مطلوب ہے جس سے دنیا میں کامیابی اور آخرت میں اللہ کی رضا اور اس کی جنت حاصل ہو سکتی ہے۔لیکن میری آج کی اس گفتگو کا مقصد صرف اتنا نہیں ہے کہ میں آپ کے سامنے ذکر کی اہمیت اور اس کے معنی بیان کردوں۔یہ سب آپ شاید پہلے بھی سن چکے ہوں گے یا پڑھ چکے ہوں گے اور جانتے بھی ہوں گے۔میں آج آپ کے سامنے کچھ ایسے مشورے بھی رکھنا چاہتا ہوں، جن پر اگر آپ عمل کریں تو تھوڑی سی کوشش، تھوڑی سی محنت، تھوڑی سی توجہ اور تھوڑے سے وقت سے آپ اس ذکر کو اپنی زندگی کے اندر جاری و ساری کر سکتے ہیں۔اس سلسلے میں دو باتیں ہیں:

۱۔ایک بات یہ کہ آپ کچھ عادتیں ایسی ڈالیں جن سے اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں آپ کی زبان اور آپ کا دل اللہ کی طرف مشغول ہو۔

۲۔اور دوسری بات یہ کہ اپنے چوبیس گھنٹوں میں سے چند منٹ اس بات کے لیے نکالیں کہ آپ اپنے لیے کچھ ذکر کے معمولات مقرر کر لیں اور پھر ان معمولات کی پابندی کریں۔

ذکر کے معنی تو وسیع ہیں اور اس کے اندر زندگی کی ہر چیز شامل ہوسکتی ہے، لیکن زبان اور دل کا بڑا گہرا تعلق ہے۔جو بات دل کی حضوری کے ساتھ زبان سے نکلے وہ واپس جاکر دل کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔اگر کوئی آپ کو برا بھلا کہے یا گالی دے، آپ کے دل کے اندر غم اور غصہ پیداہوتا ہے۔بلکہ ان الفاظ کا اثر جسم پر بھی پڑتا ہے۔بلڈ پریشر اُونچا ہونا شروع ہو جاتا ہے، کنپٹیاں سرخ ہو جاتی ہیں۔صرف چند الفاظ کا یہ اثر ہوتا ہے۔تو الفاظ ذکر کی بڑی اہمیت ہے۔ان الفاظ کو اگر توجہ کے ساتھ، سمجھ، بوجھ اور شعور کے ساتھ، پورے احساس کے ساتھ، ادا کیا جائے تو یہی الفاظ واپس جا کر دل کی دنیا کو

تبدیل کرنے اور اسے آباد کرنے کا باعث اور سبب بن سکتے ہیں۔ اس لیے جہاں ایک طرف اس بات کی ضرورت ہے کہ دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف لگا رہے، کام اس کی راہ میں ہو، قدم اس کے راستے پر اٹھیں، ہر وقت فکر اس بات کی ہو کہ اس کے دین کا کلمہ بلند کیا جائے، وہاں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ان سارے کاموں کو کرتے ہوئے زبان پر بھی اللہ کا ذکر رہے۔ہمیشہ بھی رہے اور اس کے معمولات بھی رہیں۔

زندگی میں ذکر کی ہیشگی حاصل کرنے کے لیے چار چیزیں ہیں۔ یہ بہت عام ہیں، لیکن ہم ان کے نفع سے اکثر محروم رہتے ہیں۔اس لیے کہ یا تو ہم اکثر ان سے غافل رہتے ہیں اور ان کا اہتمام نہیں کرتے یا اگر اہتمام کرتے ہیں تو شعور اور قلب کی حضوری کے بغیر۔اس لیے اس کے باوجود کہ یہ ہماری زندگی کا ایک جز بنائی گئی ہیں، ہماری تربیت کا ایک حصہ ہیں، ہم ان سے فائدہ نہیں اٹھاپاتے۔مثلاً یہ فرمایا گیا ہے کہ ہر کام اس اللہ کے نام سے، اس اللہ کی یاد سے شروع کرو جو بڑی رحمت کرنے والا اور بے انتہا رحمت والا ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی وقت بھی، کسی جگہ بھی جب لوگ کھانا شروع کر دیں، تو پوچھ لیں اور ہاتھ کھڑے کروالیں کہ کتنے لوگوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا ہے۔آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اتنی معمولی سی بات پر بھی ہمارا عمل کتنا ہے۔

۱۔اللہ کی یاد کی ہیشگی کے لیے پہلی چیز یہی ہے کہ آپ ہر کام، دل میں اللہ اور اس کی رحمت کو یاد کر کے اور زبان سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر شروع کرنے کو اپنا معمول بنالیں۔اس کو کرنے کے لیے کسی وقت اور محنت کی ضرورت نہیں۔ صرف توجہ اور اہتمام ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”وہ کام جو اللہ کے نام سے شروع نہ ہو، وہ ابتر

ہے“۔ وہ اپنی اصل جڑ سے کٹا ہوا ہے۔اس کا کوئی انجام بھی نہیں ہے۔ پھر اگر ضروری ہو تو بلند آواز سے کہیے، آخر اپنے رب کا نام زور سے لینے میں شرمانے کی کیا ضرورت ہے۔میں نے تو یہ بھی پایا ہے کہ بہت سے لوگ زور سے بسم اللہ یا استغفر اللہ یا ماشاء اللہ یا الحمد اللہ کہتے ہیں، کچھ شرماتے ہیں، کچھ جھجکتے ہیں۔ حالانکہ جو رب ہے، جو مالک ہے، جس کی دی ہوئی ہر چیز ہے، جس سے محبت ہے، اس کانام آپ پکار پکار کر کیوں نہ کہیں۔ اس سے اپنے تعلق کا اظہار کیوں نہ کریں۔آپ زور سے کہیں گے تو دوسروں کو بھی یاد آجائے گا۔

یاد رکھیے، اللہ وہ ہے جس کی رحمت ہر چیز کے اندر ہے، ہر لمحہ شامل حال ہے، جس کی رحمت کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا۔اسی ایک چیز کی یاد اگر صبح سے شام تک زندگی کے اندر طاری ہو جائے، ذہن کے اندر رچ بس جائے، تو یہ اللہ کی یاد کو پوری زندگی میں قائم کرنے اور جاری و ساری کرنے کے لیے بالکل کافی ہے۔ جہاں آپ اللہ کی رحمت کا ذکر کریں گے وہاں لازماً اس کی خشیت، اس کا خوف بھی آپ کے دل میں پیدا ہوگا۔کیاآپ نے کبھی اس بات پر غور کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خشیت کا تعلق نہ اپنے عذاب سے جوڑا، نہ اپنے انتقام سے جوڑا، نہ اپنی سزا سے جوڑا، بلکہ اپنی خشیت کا تعلق اپنی رحمت سے جوڑا۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ (ق ۵۰:۳۳)

جو رحمٰن سے ڈرا، بغیر دیکھے۔

گویا اللہ تعالیٰ کی خشیت اس طرح کی ہے جس طرح ایک بچہ اپنے باپ سے ڈرتا ہے کہ اس کی محبت کہیں مجھ سے چھن نہ جائے۔اگر چہ مثال ناقص ہے، کہ بندوں کی کوئی مثال اللہ تعالیٰ کے لیے پوری طرح صحیح نہیں ہوسکتی،

مگر اس سے اللہ تعالیٰ کی خشیت کی اصل بنیاد اور حقیقت کا کچھ اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے۔ جب بسم اللہ کہیں تو یاد رکھیں کہ الرحمٰن اور الرحیم کی جو نعمتیں میرے ساتھ ہیں، اس کی جو نگہداشت اور ربوبیت ہے، اس کی جو عنایات و الطاف ہیں، کہیں وہ مجھ سے چھن نہ جائیں اور کہیں میں اتنی نعمتیں پانے کے بعد بھی اس کے غضب کا مستحق نہ ٹھہروں۔ جب آپ بسم اللہ کہیں گے تو رحمٰن کو یاد کریں گے۔ پھر جہاں ایک طرف شکر کے جذبات ہوں گے، وہاں دوسری طرف خشیت بھی دل کے اندر پیدا ہوگی۔

۲۔ دوسری چیز جس کا ہمیشہ اہتمام ہونا چاہیے وہ الحمد للہ کے دو الفاظ ہیں۔ اللہ کا شکر اور تعریف۔ جتنی بھی دعائیں ہیں اور جتنے بھی اذکار ہیں، زیادہ تر اسی الحمد سے شروع ہوتے ہیں۔ قرآن کا یعنی ہدایت کا آغاز بھی اسی سے ہوتا ہے۔ فرمایا گیا ہے:

لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ (القصص ۲۸ :۷۰)

اول اور آخر اسی کی حمد اور اسی کا شکر ہے۔

آخرت میں جب عدل ہو جائے گا، اور سب کچھ مل جائے گا تو تنہا یہ پکار ہوگی:

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (یونس ۱۰:۱۰)

ان کی ہر بات کا خاتمہ اس بات پر ہوگا کہ ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔

جو چیز بھی آپ کو مل رہی ہے اس پر آپ اللہ کی حمد اور شکر کریں، خواہ وہ خوشگوار ہو یا ناخوش گوار۔ ہر لمحہ کریں، خواہ آرام کا ہو یا تکلیف کا۔ ہر حال میں کریں۔ جب لمبی چوڑی دعائیں اور اذکار آپ یاد نہ کر سکیں، کوئی مخصوص ذکر یا دعا آپ کو یاد نہ آئے، یا گوشے میں بیٹھ کر آپ مراقبے نہ کر

سکیں، تسبیحیں نہ گن سکیں، تو یہ التزام ضرور کریں کہ ہر لمحہ، اٹھتے بیٹھتے، سواری پر چڑھتے اور اترتے، الحمد اللہ ضرور کہیں اور شکر کے جذبات سے لبریز ہو کر کہیں۔اس طرح اللہ کی یاد آپ کی زندگی کے اندر جاری و ساری ہو جائے گی۔

۳۔تیسری چیز جس کا اہتمام ہونا چاہیے وہ ان شاء اللہ ہے۔اس سلسلے میں خود قرآن مجید میں تاکید کی گئی ہے کہ کسی کام کے لیے یہ مت کہو کہ میں اسے کل کروں گا، مگر یہ کہ اس کے ساتھ یہ سمجھو اور کہو کہ اگر اللہ چاہے گا۔ اس تعلیم اور کلمے کے پیچھے ایک بہت بڑی حقیقت پوشیدہ ہے۔یہ وہ حقیقت ہے جس سے ہم اکثر غافل ہو جاتے ہیں۔وہ حقیقت یہ ہے کہ یہ یقین ہی دراصل توحید کی روح ہے کہ سارے اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ نفع اور نقصان کا مالک صرف وہی ہے، ہر چیز صرف اسی سے مل سکتی ہے، اس کی اجازت سے ہو سکتی ہے۔بندگی کے ظواہر بہت سارے ہیں لیکن بندگی کی اصل روح یہی ہے۔توکل، اعتماد اور دعا صرف اسی کے لیے مخصوص ہے۔ دعا ہی عبادات کا جوہر اور مغز ہے۔اسی لیے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے فوراً بعد کہا گیا ہے کہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اسی طرح کہا گیا ہے کہ جو ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ پر یقین نہ رکھتا ہو وہ شرک کا ارتکاب کرتا ہے (الکھف)۔جو اللہ چاہتا ہے بس وہی ہوتا ہے۔کسی کے پاس کوئی طاقت و اختیار نہیں سوائے اللہ کے۔ جس نے اس خزانے کو پالیا دراصل اس نے بندگی کی روح کو پالیا۔ہر کام کے لیے ان شاء اللہ کہیں اس یقین و کیفیت کے ساتھ کہ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی ہو تو وہ اللہ کے چاہنے سے ہوگا اور بڑے سے بڑے مقاصد ہوں تو وہ بھی اللہ کے چاہنے سے پورے ہوں گے۔یہی کام اگر آپ شعور و احساس کے ساتھ کرلیں تو یہ آپ کی زندگی کو عرش کے خزانے بخش دے گا۔

۴۔چوتھی بات جس کے اہتمام سے اللہ کی یاد زندگی میں جاری ہو سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ چھوٹے بڑے وقفوں میں پانچ منٹ، دس منٹ، ایک گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ جب بھی آپ کر سکیں، آپ چند سیکنڈ کے لیے اپنے دل کو ہر مشغلے اور ہر چیز سے فارغ کر کے اللہ کی طرف رجوع کر لیں۔ یہ کہ وہ آپ کے ساتھ ہے، اس کی قدرت آپ پر حاوی ہے۔دعوت کا کام کریں تو اس بات کو یاد رکھیں کہ اس نے فرمایا ہے کہ:

قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰی ﴿۴۶﴾ (طٰہٰ ۲۰:۴۶)

فرمایا، ڈرو مت۔ میں تمھارے ساتھ ہوں، سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

اللہ کے حکم کے اوپر جم جائیں تو اس بات کو مستحضر کریں کہ:

فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا (طور ۵۲:۴۸)

تم ہماری آنکھوں میں ہو۔

یہ کرنے کے لیے آپ کو زندگی کے کسی کام اور معمول کو ترک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔زندگی کی عام مشغولیات کے ساتھ تھوڑے سے لمحات نکال کر صرف ذہن اور دل کی توجہ سے یہ کام ہو جائے گا۔اس سے آپ کا کوئی کام رُکے گا نہیں، زندگی اسی طرح چلتی رہے گی، زندگی کے سارے کاروبار اسی طرح ہوتے رہیں گے، صرف آپ کے دل و دماغ چند لمحات کے لیے، چند سیکنڈ کے لیے، دنیا سے کٹ کر، اللہ کے ساتھ جڑ جائیں گے۔اس طرح رجوع اور اتصال کی کیفیت بھی آپ کو حاصل ہوگی اور اس طرح آپ کا شمار اس گروہ میں بھی ہوجائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے اوابین (جو بار بار لوٹ کر اللہ کی طرف آتے ہیں) کہا ہے۔فرمایا ہے کہ اس جنت کا وعدہ اس کے لیے ہے جو بار بار لوٹ کر اللہ کی طرف آتا ہے اور اپنی حفاظت کرتا ہے۔

هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ (ق ۵۰:۳۲)

یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا اور بڑی نگہداشت کرنے والا تھا۔

تو یہ چار چیزیں ہیں۔ان چار چیزوں کو اگر آپ اپنی زندگی کے اندر جاری اور رائج کریں، اہتمام کے ساتھ کریں، تو اس سے وہ کیفیت حاصل ہو جائے گی جو کہ مطلوب ہے۔یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کو یاد کرنا۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللهَ قِيٰمًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ (آل عمران ۳:۱۹۱)

وہ لوگ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔

جہاں تک میرے ناقص علم کا تعلق ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ کثرت کے ساتھ ذکر کے معنی گوشوں میں بیٹھ کر گھنٹوں ذکر کرنا نہیں ہے۔یہ تعلیم احادیث کے اندر نہیں پائی جاتی۔اس کے برعکس ہم کو یہ ملتا ہے کہ ایک دفع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر فجر کے بعد تشریف لے گئے، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا مصلے پر بیٹھ کر دانے گن کر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔جب آپؐ چند گھنٹے کے بعد تشریف لائے تو وہ اسی کام کے اندر مشغول تھیں۔آپؐ نے کہا کہ کیا اسی حال میں بیٹھی ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہاں میں اللہ کو یاد کر رہی ہوں، حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے تو تمھارے پاس سے جانے کے بعد تین مرتبہ صرف چار کلمات کہے ہیں اور یہ چار کلمات اس سارے ذکر کے اُوپر بھاری ہیں جو تم نے اس طویل عرصے میں کیا ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَى نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ (مسلم)

اس واقعہ سے ہم ذکر کا مزاج اور طریقہ سمجھ سکتے ہیں۔ذکر وہ مطلوب ہے جو گوشوں میں بیٹھ کر نہ ہو بلکہ زندگی میں چلتے پھرتے ہو، کھڑے بیٹھے،

لیٹے ہر حالت میں ہو۔اس کے لیے گھنٹوں فارغ کر کے نہ لگانے پڑیں بلکہ ہماری پوری کی پوری عمر اس ذکر میں لگ جائے۔یہ وہ طریقہ ہے جس سے وہ کیفیت حاصل ہوتی ہے، وہ سارے فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ منافع حاصل ہوتے ہیں جن کا وعدہ ذکر کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔اگر وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ (کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں) چوبیس گھنٹے گوشوں میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کریں تو دنیا کے وہ سارے کام رُک جائیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے، اور وہ کام بھی نہ ہوں جو اس نے اللہ کو یاد کرنے والوں کے سپرد کیے ہیں اور جو ذکر کا اصل مقصود ہیں۔ دنیا کے کام کرتے ہوئے بار بار اللہ کو یاد رکھنا، اس کی رحمت کا اور اس کے ساتھ ہونے کا احساس، اس کی ہر چیز کو جاننے، دیکھنے اور سننے کا یقین، یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن سے اللہ کی یاد زندگی میں جاری ہوتی ہے اور ہم اور آپ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والوں میں شمار ہو سکتے ہیں۔

ہمیشگیِ ذکر کی ان تدابیر کے ساتھ دوسری بات جس کی تعلیم میرے پیش نظر ہے وہ یہ کہ اس کے ساتھ آپ ذکر کا اپنا ایک چھوٹا سا معمول ایسا بنالیں جس سے آپ دن کے اندر چند منٹ فارغ ہو کر اللہ کو یاد کریں۔

زندگی آج کل بڑی مصروف ہے۔کام بہت سارے ہیں۔ہم ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتے ہیں۔اس اعتراف کے ساتھ اگر میں یہ کہتا چلوں اور شاید آپ بھی میری اس بات پر غور کریں تو اتفاق کریں، کہ اگر چہ ہم اپنی مصروفیت اور مشغولیت کی شکایت تو بہت کرتے ہیں لیکن ہم وقت سے اتنے محروم بھی نہیں جتنا ہم گلہ کرتے ہیں۔اگرآپ بیٹھ کر اپنے چوبیس گھنٹے کا ایک حساب آمد و خرچ بنالیں تو آپ کو خود ہی خوب معلوم ہو جائے گا کہ ان چوبیس گھنٹوں میں سے کتنا وقت ہم واقعی مشغول رہتے ہیں اور کتنا

وقت ہم یونہی ضائع کر دیتے ہیں بغیر کچھ کیے، نہ دنیا کے لیے کچھ کرتے ہیں اور نہ آخرت کے لیے۔ بہر حال اس وقت میں آپ سے یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ کوئی لمبا چوڑا نصاب بنائیں، بلکہ احادیث کے اندر جن اذکار کی تعلیم دی گئی ہے ان پر مشتمل ایک مختصر سا نصاب اختیار کر لیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے اذکار ہیں۔ بچپن سے آپ کو جو کلمات یاد کرائے گئے ہوں گے شاید ان میں شامل ہوں۔آپ میں سے اکثر کو یاد بھی ہوں گے۔

احادیث کی تعلیمات کی روشنی میں، میں نے اپنے طور پر چھ اذکار کا ایک چھوٹا سا نصاب بنایا ہے۔اس کا اہتمام کرنے میں چندمنٹ لگتے ہیں۔اس کو اگر ہم یاد کر لیں، اس کا اہتمام کریں تو ان شاء اللہ وہ چیز بھی ہمارے حق میں پوری ہو جائے گی کہ جب فرشتے تلاش کرتے ہوئے نکلیں، تو وہ ہم کو اس حال میں پائیں کہ ہم اس مقصد کے لیے فارغ ہو کر اللہ کو یاد کر رہے ہوں۔

۱۔پہلا ذکر ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اس ذکر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ جس نے صبح یا شام کے وقت اسے دس مرتبہ کہا، اسے اتنا ثواب ملتا ہے کہ گویا اس نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کیا۔اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کی دس برائیاں دُور کی جاتی ہیں، اس کے دس درجے بلند کیے جاتے ہیں اور شام یا صبح تک وہ شیطان سے امن میں رہتا ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

بعض جگہ تھوڑے اختلاف کے ساتھ يحيي ويميت بيده الخير کے الفاظ بھی ملیں گے۔لیکن جس حدیث سے میں نے اس کو اخذ کیا ہے، اس میں بس

یہی الفاظ ہیں۔اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جو الفاظ صحیح حدیث میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہوں ان کو اختیار کیا جائے۔اس میں اضافے سے کوئی نقصان نہیں، لیکن پابندی سے سنت کی پیروی زیادہ ہو جاتی ہے۔

۲۔دوسرا ذکر ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

اس میں پہلے چار کلمات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کا بہترین کلام اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین کلام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ دنیا میں جن ساری چیزوں پر سورج طلوع ہوتا ہے، ان سے، گویا کہ ساری دنیا سے زیادہ، مجھ کو یہ چار کلمات محبوب اور پیارے ہیں(مسلم)۔تسبیح، تکبیر و تہلیل کی قرآن مجید نے بھی بڑی تاکید کی ہے۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کے اندر دراصل وہی قوت ہے جس کی تشریح میں نے ان شاء اللہ کے ضمن میں کی تھی، کہ یہ یقین اور یہ ایمان دل کے اندر راسخ ہو جائے کہ کوئی کوشش اللہ کی اجازت کے بغیر بارآور نہیں ہو سکتی، اور کوئی قوت اس کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس لیے اس کلمے کو عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ قرار دیا گیا ہے۔(بخاری)

۳۔تیسرا ذکر ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

اس کلمے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا کہ دو کلمات ہیں، جو کہنے میں زبان پر تو بہت ہلکے ہیں لیکن میزان میں بہت بھاری ہیں اور رحمٰن کو بڑے پیارے اور محبوب ہیں (بخاری و مسلم)۔یعنی زبان ہلانے میں کچھ نہیں لگتا، بہت آسانی سے ادا ہو جاتے ہیں۔لیکن جب وہ میزان میں تولے جائیں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ کیا کچھ کما کر لائے ہیں۔ یہ وہ

کلمے ہیں جن کے ذریعے رحمٰن کی محبت اور پیار ہم کو حاصل ہوگا۔

۴۔چوتھا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پر مشتمل ہے۔ احادیث میں درود کی فضیلت اور الفاظ کی تعلیم آپ کو ملے گی۔بہت سے مختلف الفاظ بزرگوں سے بھی منقول ہیں۔بہت سے الفاظ اُمت میں رائج ہیں۔سب سے مختصر اور آسان تر ہے۔اللھم صل وسلم علیٰ محمد، اس پر تھوڑا سا اضافہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین سے کیا جاسکتا ہے۔میں نے جس درود کو اپنے اس چھوٹے سے نصاب کے اندر شامل کیا ہے اور جس کو میں نے مختلف احادیث سے جمع کیا ہے وہ یہ ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّم عَلٰی عَبْدِکَ وَرَسُولِکَ وَحَبِیبِکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّم

اس میں حضورؐ کی عبدیت، آپؐ کی محبوبیت، آپؐ کی رسالت، آپؐ کے نبی امی ہونے کا اعزاز، ان سب کا ہی ذکر اور اعتراف ہے۔

۵۔پانچواں ذکر استغفار پر مشتمل ہے۔استغفار وہ چیز ہے جس سے ہمہ وقت بیداری، نگرانی اور خود احتسابی پیدا ہوتی ہے اور دل اللہ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دن میں ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کرتا ہوں (بخاری)۔ جب اللہ کے نبی جو گناہوں سے پاک تھے اور جن کی اگلی پچھلی لغزشوں کے لیے معافی کا اعلانِ عام تھا، اس بات کا ہتمام کرتے تھے کہ دن میں ستر مرتبہ اپنے اوپر نگاہ ڈالیں اور اپنے دل کو اللہ کی طرف لوٹائیں اور اس سے استغفار کریں، تو ہم اور آپ کو، جن کی زندگیاں گناہوں میں لت پت ہیں، ہر لمحے ہر وقت استغفار میں مشغول رہنا چاہیے۔صبح و شام آپ اپنے لیے جو معمول بنائیں اس میں ایک استغفار شامل ہونا چاہیے، اس کے لیے کوئی بھی استغفار ہو سکتا ہے۔ایک سیدالاستغفار ہے، یعنی سب سے بڑا استغفار، لیکن وہ طویل ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

اے میرے اللہ، میرا رب تو ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔میں تجھ سے عہد اور وعدے پر قائم ہوں جہاں تک میرا بس ہے۔میں تیری پناہ چاہتا ہوں، جو کچھ میں نے کیا ہے اس کی برائی سے۔میرے اوپر تیری جو نعمتیں ہیں ان کا مجھے اعتراف ہےاور اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔پس مجھے بخش دے، تیرے سوا کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش سکتا ہو۔

ایک اور ہے:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْم

میں اللہ سے اپنے گناہوں پر مغفرت چاہتا ہوں جو حی و قیوم ہے کہ اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔

اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمندر کے جھاگ کے برابر بھی گناہ ہوں تو معاف ہو جاتے ہیں۔

میں نے جن الفاظ کو اس نصاب میں شامل کیا ہے، وہ قرآن مجید کے الفاظ ہیں، مجھے اس لحاظ سے زیادہ پسند ہیں کہ مختصر بھی ہیں اور قرآن کے اندر ان کو کہنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔قل (کہو):

رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۱۸ (المومنون ۲۳:۱۱۸)

میرے رب مجھے بخش دے، میرے اوپر رحم فرما، تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

۶۔چھٹا ذکر چار الفاظ پر مشتمل ایک کلمہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار

میرے اللہ مجھے آگ سے بچا دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی فجر اور مغرب کے بعد سات مرتبہ یہ کلمات کہے گا، اس کو اللہ تعالیٰ، اگر وہ رات میں مر جائے گا تو اپنے عذاب سے محفوظ رکھے گا اور دن میں مر جائے گا تو اپنے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

تو اب یہ مختصر نصاب یوں مکمل ہوا:

۱۔دس مرتبہ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔

۲۔دس مرتبہ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

۳۔دس مرتبہ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

۴۔دس مرتبہ: اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَحَبِيْبِکَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

۵۔دس مرتبہ: رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ

۶۔سات مرتبہ: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار

آپ اس کا التزام کریں گے تو، الا یہ کہ آپ کسی خاص کیفیت میں ہوں، آپ دیکھیں گے کہ اس میں پانچ سات منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے۔ یہ کوئی اتنا بڑا وقت نہیں ہے جو مصروف سے مصروف آدمی بھی اپنی زندگی

سے نکال نہ سکے۔

اس نصاب کے سلسلے میں آخر میں ایک بات اور بھی کہہ دوں۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار سات مرتبہ کہنے کے لیے میں نے ایک مخصوص طریقہ اختیار کیا ہے۔اس طریقے سے صرف تھوڑی سی توجہ کے ساتھ اور بہت وقت صرف کیے بغیر، صبح شام آخرت کے پورے سفر کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔اس سے ذکر کی تاثیر میں بے انتہا اضافہ ہو سکتا ہے۔قرآن مجید میں اور احادیث میں اس آخرت کے سفر کے سارے مراحل بہت تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی یاد تازہ رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔اسی یاد سے ہی دنیا کے اندر طلب آخرت کی راہ آسان ہوتی ہے۔جب آپ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار کہیں توسفر آخرت کے مراحل میں سے کسی ایک مرحلے کو یاد کرلیں، اپنے ذہن کے اندر اس کا نقشہ، اس کی تصویر لے آئیں۔جیسا میں نے کہا کہ اس میں آپ کا مزید وقت نہیں لگے گا، لیکن آپ کا دل اللہ اور آخرت کی طرف رجوع ہو جائے گا۔میں جن مراحل کا استحضار کرتا ہوں، آپ بھی ان کی پابندی کر سکتے ہیں۔

پہلا مرحلہ دنیا سے رخصت ہونے کا وقت کا ہے۔جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ بعض لوگوں کی روح کا استقبال رحمت کے فرشتے کرتے ہیں اور بعض کا وہ فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا کر کرتے ہیں جو آگ کی مار مارتے ہیں۔

پہلی دفعہ موت اور اس وقت کو ذہن میں یاد کرلیں اور کہیں کہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار، میرے اللہ مجھے اس آگ سے بچا لے۔

دوسرا مرحلہ قبر کا ہے۔اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ قبر یا تو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔حضرت عثمان ابن عفانؓ کے بارے میں

روایت ہے کہ وہ قبر پر کھڑے ہو کر اتنا زار و قطار روتے تھے کہ آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی اور فرماتے تھے کہ بس یہی تو اصل منزل ہے، اگر اس سے کامیابی سے گزر گئے تو سارا سفر کامیاب ہے۔جو یہیں اٹک گئے تو سارے سفر میں اٹک گئے۔دوسری دفعہ آپ قبر کا نقشہ ذہن میں یاد کریں اور کہیں کہ اللہ وہاں پر بھی مجھے آگ سے بچا لے: **اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار۔**

تیسرا مرحلہ حشر کا وہ میدان ہے جہاں آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور آپ کا اعمال نامہ، جس کے اندر نہ چھوٹی سے چھوٹی بات چھوٹے گی نہ بڑی سے بڑی بات، آپ کے سامنے ہوگا۔میدانِ حشر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہاں پر سب سے ہلکا عذاب یہ ہوگا کہ ایک آدمی کو آگ کے جوتے پہنا دیے جائیں گے اور اس کی گرمی کے اثر سے اس کا دماغ کھولے گا۔تیسری مرتبہ آپ حشر کے اس میدان کو یاد کریں اور کہیں کہ اے میرے اللہ، مجھے وہاں کی آگ سے بچا لے: **اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار۔**

چوتھا مرحلہ وہ ہے جب ہم سب جہنم پر سے گزر کر اپنی آخری منزل اور اپنے اصل گھر پہنچیں گے جسے قرآن مجید میں حتمًا مقضیًا کہا گیا ہے۔سب کے لیے اس پر سے گزرنا قطعی طے شدہ چیز ہے۔احادیث کے مطابق بعض تو اس پرخطر راستے پر ہوا کی رفتار سے گزر جائیں گے، اور بعض درجہ بدرجہ اس سے آہستہ آہستہ گزریں گے، بعض لڑکھڑاتے ہوئے جائیں گے اور بعض اس میں گر پڑیں گے۔اس راستے کا سوچیے کہ کہیں اس سے پھسل کر میں آگ میں نہ گر جاؤں اور کہیے کہ اے اللہ مجھے وہاں کی آگ سے بچالے: **اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار۔**

پانچواں مرحلہ خود جہنم کا ہے جس کے عذاب کے بارے میں اس قرآن مجید نے جس کی آپ تفسیر بیان کرتے ہیں، درس دیتے اور سنتے ہیں۔ بہت کثرت کے ساتھ تفصیل بیان کی ہے، بہت وضاحت کے ساتھ موثر تصویر کشی کی ہے اور ان ساری تکالیف کو نگاہوں کے سامنے کر دیا ہے جو جہنم میں پیش آنے والی ہیں۔ جو اللہ سے غافل ہوں، جو اللہ کی یاد کو بھول جائیں، ان کو اللہ تعالیٰ بھی بھلادے گا اور فرمائے گا: لو یہ ہے جہنم جواب تمھارا ٹھکانا ہے۔ اس قرآن مجید سے جتنا آپ کو یاد ہے اس کی روشنی میں اس جہنم کا کوئی ایک بھی منظر آپ یاد کریں اور کہیں کہ اے اللہ مجھے وہاں کے اس عذاب سے بچالے: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار۔

چھٹی مرتبہ بھی آپ جہنم کا ہی تصور کریں مگر وہاں کے روحانی و نفسیاتی عذاب کو یاد کریں۔ وہاں جو جسمانی عذاب ہوگا وہ تو ہوگا ہی، لیکن حسرت کی، ندامت کی اور شرمندگی کی جو آگ دل کے اندر جلے گی وہ کہیں زیادہ شدید ہوگی۔ زندگی میں وہ وقت تھا جب ہم کچھ کر سکتے تھے، اسے ہم کھو آئے۔ اب کچھ کرنے کا وقت نہیں رہا۔ اس روحانی و نفسیاتی عذاب کا تصور کریں اور کہیں اللہ اس حسرت کی، ندامت کی، اس شرمندگی کی آگ سے بھی مجھ کو محفوظ رکھے: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار۔

ساتویں مرتبہ آپ یوں سوچیں کہ یہ سب کچھ جو وہاں پیش آنے والا ہے، یہ ایسی بات نہیں جو بغیر کسی وجہ کے خود بخود آسمان سے ٹپک پڑے گی۔ بلکہ آج میرا فعل، آج میرا قول، آج میرے لمحات، آج میرا وقت، آج میرا دل جن چیزوں کے اندر مشغول ہے وہی دراصل کل مجھے وہاں واپس آگ کی صورت میں مل جائیں گی۔ تو دراصل بچانے کا کام اس وقت نہیں ہوگا، بچانے کا کام تو آج اسی لمحے سے ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آج ان اعمال سے، ان

الفاظ سے، ان چیزوں سے محفوظ رکھے جو کل اللہ کی آگ کی طرف لے جانے والی ہیں: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار۔

سات مرتبہ اگر آپ اس طریقے سے یہ ذکر کریں گے تو بہت کچھ حاصل ہوگا۔ پھر کہوں گا کہ اس طریقے سے وقت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ صرف آپ کو اس پر تھوڑی سی توجہ صرف کرنی پڑے گی۔ لیکن اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بھی تعمیل ہو جائے گی کہ ''موت کو کثرت سے یاد کرو جو کہ لذتوں کو مٹانے والی ہے۔'' گویا دنیا کی لذتوں کی کشش کم ہوگی۔ اس ارشاد پر بھی عمل ہو جائے گا جس میں کہا گیا ہے کہ دلوں پر جو زنگ لگ جاتا ہے، اس کا علاج قرآن کو کثرت سے پڑھنا اور موت کو کثرت سے یاد کرنا ہے۔ گویا کہ دل کا زنگ دور ہوگا، اس میں نور پیدا ہوگا۔ دن بھر میں آپ موت اور آخرت کو کثرت سے یاد کر سکیں یا نہ کر سکیں، صبح اور شام، فجر اور مغرب کے بعد دو دفعہ آخرت کا یہ پورا سفر آپ کے ذہن کے اندر تازہ ہو جائے گا۔

اس طرح آپ کو وہ قوت مل جائے گی جس سے آپ اپنے کردار کو بھی پاکیزہ بنا سکیں گے اور ساتھ ہی ساتھ راہِ حق میں آپ کو جس طرح محنت سے، سرگرمی سے، کام کرنا چاہیے اور جس طرح اپنے آپ کو لگانا چاہیے اور قربانی دینا چاہیے، وہ بھی کر سکیں گے۔ پھر دین کا یہ کام آپ کے لیے بوجھ نہیں رہے گا بلکہ دل کا تقاضا بن جائے گا۔ آپ کسی کے کہنے سے نہیں، دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود کریں گے۔

میں نے آپ کے سامنے جو چھ اذکار کا نصاب رکھا ہے، یہ آپ میں سے اکثر کو یاد ہوگا۔ جن کو یاد نہیں وہ یاد کر سکتے ہیں۔ اس کو یاد کرنے میں بہت وقت بھی نہیں لگے گا۔ لیکن اس کا آپ اہتمام کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ نے جو

کہا ہے کہ تم مجھے یاد رکھو میں تمھیں یاد رکھوں گا، وہ ہم سے اپنا عہد پورا کرے گا، ہمیں یاد کرے گا، یاد رکھے گا۔اس سے بڑھ کر ہم کیا چاہ سکتے ہیں۔

کسی ایک بزرگ نے کیا پیاری بات کہی ہے کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ تعالٰی مجھے کب یاد کرتا ہے۔لوگوں نے تعجب سے پوچھا: ''آپ کو کیسے معلوم کہ اللہ تعالٰی آپ کو کب یاد کرتا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''جب بھی میں اس کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ وہ بھی مجھے یاد کر رہا ہے۔''

یہ ہے وہ ذکر الٰہی جس سے آپ زندگی میں اللہ کی یاد، اللہ کی رحمت اور اس کے تمام انعامات کے مستحق بن سکتے ہیں۔اس سے آپ کے نفس، نفس مطمئنہ بن سکتے ہیں۔اس سے آپ راضیة مرضیة بن سکتے ہیں، اس سے آپ اس کے خصوصی بندوں اور اس کی جنت میں داخلے کی بشارت کے مستحق بن سکتے ہیں۔